OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 7, Issue 1 (January-March 2024)

خاندانی نظام کے استحکام میں تربیتِ اخلاق کا کردار: سیرت طیبہ ﷺ کے تناظر میں ایک مطالعہ

The Role of Moral Education in the Stability of Family System: A Study in the Context of *Sīrah* of the Prophet

Dr. Qaria Nasreen Akhtar

Asisstant Professor, Department of Islamic Studies, Bhauddin Zakriya University, Multan

Abstract

Family is the basic unit of the society and it makes a strong society. All members of the family are the strong pillars that form this basic social unit. The stronger and more stable this unit is, the better and stronger the society will be. Protection of family values is what helps the society in order of life. Contemporary demands have changed the family system from collectivism to individualism, it has faced many problems. Many institutions that were collectively meaningless were considered defects. Ethics and moral values are very important in Islam. Therefore, the Prophet (ﷺ) was sent to protect and elevate noble morals. Being a role model for humanity in all matters, the teachings of Seerat Tayyaba (ﷺ) also guide humanity. The purpose of this article is to highlight the Prophetic method of teaching ethics and moral values in the family system so that high ethics can be created in the training in the family system.

Key words: Family System, Training, Ethics

تمہید

عصر حاضر جہاں اپنے دامن میں بے مثال کامیابیوں کی داستان سمیٹے ہوئے ہے۔ وہیں بے شمار مسائل اور چیلنجز کا بھی سامنا ہے۔ برق رفتار ترقی نے انسان کو مادیت پرستی کی طرف راغب کر دیا ہے۔ خاندانی اور اخلاقی اقدار زوال پذیری کا شکار ہو رہی ہیں ۔انسان جسم اور روح کا مرکب ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی اس کی مادی ضروریات تو پوری کرنے پر قادر ہے لیکن اس کی روحانی

CC BY

حاجات کی تسکین سے عاجز ہے کیونکہ جہاں عقل کی حدود ختم ہوتی ہیں وہیں سے روح کا سفر شروع ہوتا ہے اور روح کی تسکین کا سامان تو صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ میں پوشیدہ ہے۔ خاندان وہ معاشرتی ادارہ ہے جو اقوام کی تعمیر کرتا ہے۔ افراد کی شخصیت کی تعمیر، کردار سازی خاندان ہی سے کی جاتی ہے۔ شخصیت کی تعمیر اور کردار سازی اخلاقی تربیت کے بغیر ادھوری ہے۔ اخلاق خوشنما برگ وبار کی مانند ہے کہ جس کی عدم موجودگی انسانی شخصیت کو بے رنگ اور بد نما اور عیب زدہ بنا دیتی ہے۔ اخلاق انسانی جسم میں لہو کی مانند ہے۔ جیسے انسان کے اخلاق ہوں گے ویسے ہی اس کے اعمال ہوں گے۔ اخلاق کی تربیت کوئی ایک دن کا کام نہیں بلکہ تربیت اخلاق کا عمل تو بچے کی پیدائش سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور یہ اس کی نشوونما کے ساتھ ساتھ جاری رہتا ہے اور اس کی ذات اس کی فطرت کا غیر محسوس انداز میں حصہ بن جاتا ہے۔ اس کے اعمال اس کے افعال کا ظہور اسی فطرت کے تحت ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کی ابتداء خاندان میں ہوتی ہے، جہاں خاندان بچے کی ضروریات کی تسکین کا پابند ہوتا ہے وہیں بچے کی روحانی حاجات اور اس کی تربیت بھی خاندان کے فرائض میں شامل ہے۔ عربی میں خاندان کو عائلہ کہتے ہیں۔ اس کا مادہ 'ع ول' ہے۔ خاندان عام طور پر زوج زوجہ اور اولاد پر مشتمل ہوتا ہے۔ جیسا کہ آکسفورڈ ایڈوانسڈ لرنرز ڈکشنری میں بھی خاندان کی یہی تعریف کی گئی ہے۔

Family: Group of parents and children, all those who persons descended from common ancestors, group of living things or of language with common Characteristics and a common source.[1]

خاندان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کسی مضبوط معاشرتی نظام کا تصور مضبوط خاندانی نظام کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جس پر کسی بھی قوم کی ترقی کا انحصار ہوتا ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی خاندان کی اہمیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں: "خاندان ایک ایسا ادارہ ہے جو انسانی رویے اور طرز عمل کی تشکیل کرتا ہے۔ خاندان ہی وہ ادارہ ہے جس کے ذریعے معاشرتی تربیت ہوتی ہے۔ خاندان ہی وہ ادارہ ہے جو فرد کو اپنے فرائض کا احساس دلاتا ہے۔ اسے فرق مراتب کا شعور بخشتا ہے۔ اگر خاندان کا استحکام کم ہو جائے تو انسانی طرز عمل، معاشرتی فرائض کا شعور اور افراد معاشرہ کے مراتب کا یقین سب کچھ ختم ہو جائے گا۔"[2] الموسوعہ فقہیہ میں ہے: والاسرة: عشيرة الرجل وأهل بيته[3] "آدمی کے خاندان اور اس کے گھر والوں کو اسرۃ کہتے ہیں"۔ اسی طرح تاج العروس میں بھی خاندان کی یہی تعریف بیان کی گئی ہے: الاسرة اقارب الرجل من قبل ابيه[4] "آدمی کے اس کے باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو اسرۃ کہتے ہیں"۔ قرآن مجید کی رو سے مرد کو سربراہ خاندان کی حیثیت حاصل ہے۔ عربی میں اسے "عیال الرجل" کہا جاتا ہے۔ وعيال الرجل وعيله الذين يتكفل بهم[5] "آدمی کے عیال سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی وہ کفالت کرتا ہے"۔ وقيل قام بما يحاجون اليه من قوت وكسوة وغيرهما۔[6] "اور بعض کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کھانے پینے اور لباس کے لیے اس کے محتاج ہوتے ہیں"۔

لہٰذا خاندان سے مراد وہ افراد ہیں جو باہم قرابت داری کے رشتہ سے منسلک ہوں۔ ایک دوسرے کے ساتھ شوہر اور بیوی، ماں اور باپ، بیٹے اور بیٹی، بہن اور بھائی کے رشتوں سے باہم مربوط ہونے کی حیثیت سے عموماً ایک چھت تلے زندگی بسر کر رہے ہوں۔ اصل موضوع کی طرف آنے سے پہلے لفظ اخلاق کا لغوی و اصطلاحی مفہوم مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

اخلاق کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

اخلاق عربی زبان کا لفظ ہے اور جس کا مادہ خ ۔ل ۔ق ہے۔ اور یہ خُلق کی جمع ہے۔اور خُلق کا مطلب ہے عادت، طبیعت مروت اور خصلت جیسا کہ مفردات القرآن میں بھی یہی معنی بیان ہوئے ہیں۔"و خص الخلق بالقوى والسجايا المدركة با لبصيرة۔"[7] خلق کا لفظ عادت اور خصلت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور محاسن خلق کا احساس بصیرت سے ہوتا ہے۔ تاج العروس میں ہے:"الخليقة: الطبيعة يخلق بها الانسان"۔[8] خلیقہ کی جمع خلائق ہے اس کا معنی طبیعت ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ امام جرجانیؒ نے اخلاق کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی ہے۔ الخلق : عبارة عن هيئة للنفس راسخة تصدر عنها الافعال بسهولة۔[9] "خلق یا اخلاق نفس کی اس پختہ حالت کا نام ہے جس سے اچھے یا برے افعال بغیر غور وفکر کے سرزد ہوں"۔ علامہ زبیدی نے لکھا ہے :الخلق:السجیۃ اخلاق طبیعت میں راسخ کیفیت کا نام ہے۔[10] ابن درید کے نزدیک اخلاق فطرت ،عادات اور خصائل کا نام ہے۔ وہ لکھتے ہیں:الخلق:الطبيعة،والخلقية ،والسليقة۔[11] ہم کہہ سکتے ہیں کہ اخلاق سے مراد فطرت،عادات اور وہ خصلتیں ہیں جو انسان کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہوں، اور بغیر کسی غور وفکر کے انسان سے صادر ہوتی ہوں۔

خاندان کی اخلاقی تربیت اور اسوہ حسنہ

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ زندگی کی بو قلمونیوں کا عجب حسین و جمیل مرقع ہے، جس کی شان جامعیت کا عالم تو یہ ہے کہ چودہ سو سال میں اس کے ہر پہلو پر، ہر زمانے میں، دنیا کی ہر زبان میں کئی ضخیم کتب لکھی گئیں لیکن پھر بھی سیرت طیبہ ﷺ کے اسرار ختم نہ ہوئے۔یوں تو یہ آپ ﷺ کی تربیت ہی تھی کہ عرب کے بدو دنیا کی تہذیب یافتہ اور متمدن قوم بن گئی۔ مسجد کے منبر سے لے کر سیاست کی مسند تک، معیشت کے بازاروں سے لے کر معاشرہ اور خاندان تک آپ ﷺ نے زندگی کے ہر پہلو پر کامل راہنمائی فرمائی۔ اور یہ اصول اس قدر جامع ہیں کہ ان سے بہتر اور کوئی ضابطہ حیات ہو ہی نہیں سکتا۔ ہر میدان کی طرح آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کی نہ صرف اخلاقی تربیت کی بلکہ اخلاق حسنہ کا عملی مظاہرہ بھی کر کے دکھایا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ "الا كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته"۔[12] فرما کر جہاں دیگر معاملات میں سربراہ خاندان کو ذمہ دار ٹھہرایا وہیں خاندان کی اخلاقی تربیت بھی سربراہ خاندان پر لازم قرار دی۔ اگرچہ آپ ﷺ نے اخلاق حسنہ کو فروغ دینے کے لیے جامع ہدایات فرمائیں۔ جن پر جتنی بھی بحث کی جائے کم ہے۔ لیکن اس مختصر مقالہ میں خاندان کی تربیت اخلاق کے نبوی ﷺ منہج پر بات کی جائے گی اور آپ ﷺ کی خانگی زندگی کے اس پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے خاندان کی اخلاقی تربیت کے لیے راہنما اصول مرتب کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ سیرت النبی ﷺ کا بغور مطالعہ کرنے سے خاندانی نظام استحکام میں تربیت اخلاق کے پانچ مراحل سامنے آتے ہیں۔

- ایک سربراہ خاندان خود بھی عمدہ اخلاق کا حامل ہو۔
- دوسرا اہل خانہ کے ساتھ اخلاق حسنہ کا عملی مظاہرہ
- تیسرا گھر کی فضا میں محبت، الفت، اعتماد اور دوستی کی فضا کا ہونا
- چوتھا جہاں لازم ہو بیوی کی مناسب انداز میں اصلاح کرنا

- پانچواں مرحلہ یہ کہ زوجین کا باہم مل کر نسل نو کی تعمیر اخلاق کے لیے تگ و دو کرنا۔

اب ان پانچوں مراحل کا سیرت طیبہ کی روشنی میں جائزہ لیا جاتا ہے۔

۱۔ سربراہ خاندان خود بھی عمدہ اخلاق کا حامل ہو

سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سربراہ خاندان کو خود بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اخلاقی لحاظ سے خود وہ رول ماڈل ہو۔ جیسا کہ آنحضور ﷺ اخلاق حسنہ کا پیکر تھے۔ آپ ﷺ نے اخلاق حسنہ کو اپنے عملی قالب میں ڈھال کر دکھایا۔ حضرت عائشہؓ سے جب آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؓ فرمانے لگیں: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ۔[13]اور صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللهم احسنت خلقی فاحسن خلقی۔[14]" اے اللہ جس طرح تونے میری صورت اچھی بنائی ہے اسی طرح میری سیرت بھی اچھی کر دے"۔ یہ اس پاک ہستی کی دعا ہے جس کے اخلاق کا یہ عالم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے اخلاق کی گواہی ان الفاظ کے ساتھ دی ہے:﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾[15]"اور بیشک آپ بلند اخلاق پر فائز ہیں"۔ اس سے ثابت ہوا کہ سربراہ خاندان نہ صرف اخلاق حسنہ کا حامل ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ خود کے اخلاق بہتر سے بہتر کرنے کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔ تاکہ اس کے قول اور فعل کی یکسانیت افراد خانہ کے لیے ایک مؤثر محرک ثابت ہو۔ اور اخلاق حسنہ کو اپنانا ان کے لیے دشوار نہ ہو۔

۲۔ اہل خانہ کے ساتھ اخلاق حسنہ کا عملی مظاہرہ

خاندان کی اخلاقی تربیت کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ اہل خانہ کے ساتھ بہترین اخلاق کا مظاہرہ کیا جائے۔ کیونکہ انسان کا عمل اس کے قول سے زیادہ تاثیر رکھتا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله۔[16]"مومنوں میں ایمان کے اعتبار سے کامل تر وہ شخص ہے جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے بہتر اور اپنے اہل سے زیادہ نرم خو ہے"۔ مزید فرمایا: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي۔[17]"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہتر ہے اور میں تم میں سے اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں"۔ حضور ﷺ کی پوری زندگی اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسنِ معاشرت، عمدہ اخلاق اور محبت و ایثار سے بسر ہوئی۔ ازواج مطہرات کے ساتھ آپ ﷺ کا انتہائی درجے کے لطف و اخلاق سے پیش آنا، حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ کے ساتھ نہایت محبت و اکرام کا برتاؤ کرنا کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ نیز خوش اخلاقی، صلہ رحمی، فیاضی سخاوت، نرمی، زہد و قناعت، صبر و شکر کے عملی مظاہر آپ ﷺ کی خانگی زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ جن کا ایک مقصد اہل خانہ کی اخلاقی تربیت بھی تھا۔

۳۔ گھر میں محبت، الفت، اعتماد اور دوستی کی فضا کا ہونا

تہذیب اخلاق کے لیے باہمی الفت و محبت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ محبت ہی اخلاق کی آبیاری کے لیے سازگار ماحول فراہم کرتی ہے۔ محبت ذریعہ ہم آہنگی ہے، افراد خانہ کے درمیان عزت و احترم کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ اور عزت و احترام سے ہی رشتوں کا تقدس بحال رہتا ہے ایک دوسرے کی بات سننے اور سمجھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر زوجین کے درمیان الفت و محبت ہی مفقود ہو، وہ ہر وقت ایک دوسرے سے بیزار ہوں۔ تو اس ماحول میں وہ اولاد کو کیا اخلاق سکھائیں گے اور کیا ان کی تربیت کا حق ادا کر سکیں گے۔ اگر ہم آنحضور ﷺ کی خانگی زندگی پر نظر دوڑائیں تو یہ الفت و محبت گھر کے کونے کونے میں

رچی بسی نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ کے عقد میں متعدد ازواج تھیں عمر، ذہن اور مزاج کا اختلاف اپنی جگہ لیکن محبت و الفت نہ صرف زوجین میں نظر آتی ہے بلکہ یہ محبت باہم ازواج میں بھی تھی۔ آپ ﷺ اہل خانہ کے ساتھ گھل مل جاتے تھے، گھریلو کام کاج میں ازواج کا ہاتھ بھی بٹاتے، کبھی گھر میں آٹا گوندھ دیتے، جیسا کہ ایک بار حضرت عائشہ سے چولہے کی آگ نہیں جل رہی تھی، تو حضور ﷺ نے حضرت عائشہ کو ایک طرف کر کے خود آگ جلا کر دی، اس حالت میں کہ گیلی لکڑیوں کا دھواں آپ ﷺ کے چہرہ انور پر پھیل رہا تھا۔

حضرت عائشہ کم سن تھیں ان کی سہیلیاں ان سے کھیلنے بلا جھجھک آیا کرتی تھیں۔ اور آپ ﷺ انہیں منع نہ فرماتے۔[18] اسی طرح ایک بار عید کا دن تھا، گھر میں کچھ بچیاں آئی ہوئی تھیں وہ مل کر خوشی کے گیت گانے لگیں، آپ ﷺ منہ پر کپڑا اوڑھے لیٹے ہوئے تھے اتنے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ تشریف لائے اور انہیں منع کرنے لگے لیکن آنحضور ﷺ نے آپ کو یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ "آج ان کی عید کا دن ہے۔" یہ تمام واقعات ہمارے سامنے خانگی زندگی کا ایسا نقشہ کھینچتے ہیں جس میں محبت الفت تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر فرد کو اپنی زندگی جینے کے لیے مناسب آزادی بھی ہے، جس میں نہ بلاوجہ کی روک ٹوک ہے نہ بے جامداخلت، نہ ہی سختی کا عنصر ہے نہ ہی رعب و دبدبے اور خوف کا ماحول۔ اور ایسا ہی ماحول افراد کی صحت مند اخلاقی ذہنی اور روحانی تربیت کے لیے سازگار ہوتا ہے۔

۴۔ جہاں لازم ہو بیوی کی مناسب انداز میں اصلاح کرنا

اگرچہ آپ ﷺ کے اہل خانہ دنیا کی انتہائی معتبر اور پاکباز ہستیاں تھیں جنہیں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی مصاحبت کے لیے چن لیا تھا۔ لیکن پھر بھی آپ ﷺ نے ان کی اخلاقی تربیت پر خصوصی توجہ دی، اور وقتاً فوقتاً ان کی احسن انداز میں اصلاح بھی کی۔ اس حوالے سے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے مختلف واقعات ملتے ہیں۔ ان واقعات کے پس منظر میں آپ ﷺ کا حکیمانہ اسلوب تربیت لائق غور ہے۔ گفتگو انسانی شخصیت کا آئینہ ہوتی ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ انسان دوست ہو یا دشمن بڑا ہو یا چھوٹا سب سے خوش اخلاقی سے پیش آئے تہذیب کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کو خوش خلقی کی تربیت نہایت دلنشین انداز میں دیتے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا! اپنے کنبے کا برا شخص ہے۔ جب وہ اندر آگیا تو رسول ﷺ اس سے کشادہ دلی سے ملے اور اس سے باتیں کیں، جب وہ نکل کر چلا گیا تو میں نے عرض کیا! اللہ کے رسول! جب اس نے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے کنبے کا برا شخص ہے، اور جب وہ اندر آگیا تو آپ کشادہ دلی سے ملے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "عائشہ اللہ کو فحش گو اور منہ پھٹ شخص پسند نہیں"۔[19] مزید فرمایا: عائشہ لوگوں میں سب سے بدترین لوگ وہ ہیں جن کا احترام اور تکریم ان کی زبانوں سے بچنے کے لیے کیا جائے۔[20]

یہ وہ طریقہ تربیت کہ ایک طرف تو آپ اپنے اہل خانہ کو متعلقہ شخص کی برائی سے آگاہ کر رہے ہیں۔ مبادا آپ ﷺ کے خوش اخلاقی سے پیش آنے کی بنا پر کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر اس کی برائی سے غافل نہ رہیں اور دوسری طرف یہ سمجھا رہے ہیں کہ کسی کی برائی دیکھتے ہوئے خود برائی پر اتر آنا درست نہیں بلکہ ایسے حالات میں بھی خوش اخلاقی کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ پھر اسی طرح نرمی اپنانے کی تلقین کا انداز کتنا خوبصورت ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں چند یہودی

آئے اور بجائے السلام علیکم کے (تم پر سلامتی ہو) زبان دبا کر السام علیک (تم کو موت آئے) کہا آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں صرف وعلیکم (اور تم پر) فرمایا حضرت عائشہؓ سُن رہی تھیں وہ ضبط نہ کر سکیں، بولیں، علیکم السام واللّعنۃ (تم پر موت اور لعنت) آپ ﷺ نے فرمایا: یاعائشہ ان اللہ یحب والرفق فی الامر کلہ۔[21]

لیکن کچھ مواقع ایسے بھی ہیں جن میں نرمی اپنانے سے گریز کرنا چاہیے جیسا کہ نامحرم سے بات کرتے ہوئے زیادہ نرم لہجہ اختیار کرنے کی ممانعت ہے۔﴿يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۳۲﴾[22]"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو"۔ خوش خلقی کے اس برتاؤ کی تعلیم کا دائرہ کار صرف انسانوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ جب ایک بار حضرت عائشہ کا اونٹ دوران سفر تیزی کرنے لگا تو دستور زمانہ کے مطابق حضرت عائشہ کے منہ سے فقرہ لعنت نکل گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس اونٹ کو واپس کر دو ملعون چیز ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔[23] گویا کہ یہ تلقین تھی کہ جانور تک کو برا نہیں کہنا چاہیے۔

آپ ﷺ کی تربیت کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ نام لیے بغیر غیر محسوس انداز حکیمانہ بصیرت کے ساتھ اصلاح فرما دیا کرتے تھے لیکن اگر کبھی کوئی بات زیادہ سنگین ہوتی تو اس پر خفگی کا اظہار بھی فرماتے حضرت صفیہؓ کسی قدر پست قد تھیں۔ ایک دن حضرت عائشہ نے کہا"یا رسول اللہ !بس کیجئے صفیہ تو اتنی ہیں"۔ آپ نے فرمایا"عائشہ تم نے ایسی بات کہی کہ اگر وہ سمندر کے پانی میں گھول دی جائے تو وہ اس پر بھی غالب آجائے "یعنی یہ غیبت ایسی تلخ بات ہے کہ سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو کل پانی بدمزہ ہو جائے۔ عرض کیا"یا رسول اللہ! میں نے تو ایک شخص کی نسبت واقعہ بیان کیا ہے۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ "اگر مجھ کو اتنا اور اتنا بھی دیا جائے تو بھی یہ بیان نہ کروں"۔ یعنی مجھ کو کسی قدر بھی لالچ دلائی جائے تو میں ایسی بات کسی کے متعلّق نہ کہوں۔[24] پھر آپ ﷺ نہ صرف اخلاق حسنہ کی تربیت کرتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کی تربیت کا ایک خوبصورت پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ اخلاقی حوالے سے اپنا دفاع احسن انداز میں کرنا بھی سکھاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک بار سیدہ صفیہؓ جو ایک یہودی حیی بنت اخطب کی بیٹی ہیں اور آپ ﷺ کی بیوی بھی ہیں، جنگ خیبر کے موقعہ پر آپ ﷺ نے ان سے شادی فرمائی۔ انکے کمرے میں آپ ﷺ تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ صفیہ کیوں رو رہی ہو؟ کہا کہ زینب جو آپکی بیوی ہیں وہ کہہ رہی تھیں کہ ہمارا تعلق نبی کریم ﷺ سے نسبی ہے، لہذا فضیلت میں ہم تم سے بڑھ کر ہیں۔ تم فضیلت میں ہمارے برابر نہیں ہو سکتیں اور ہم سے بڑھ نہیں سکتیں۔ فوراً نبی کریم ﷺ نے ان سے یہ کہا کہ: ارے !تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ تم مجھ سے فضیلت میں کیسے بڑھ کر ہو سکتی ہو جبکہ میرا باپ ہارونؑ اور میرے چچا موسیٰؑ اور میرے شوہر حضرت محمد ﷺ ہیں۔[25] آپ ﷺ نے کس خوش اسلوبی سے معاملہ نمٹا دیا کہ دلوں میں کدورت بھی نہ رہی اور ملال بھی جاتا رہا۔ کہ بجائے دل جلانے کے بہترین طریقے سے دفاع کرنے کی بھی تعلیم دے دی۔ پھر آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کو صلہ رحمی کی ترغیب دیتے بھی نظر آتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا"صلہ رحمی عرش کے ساتھ لٹکائی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جس نے مجھے جوڑا، اللہ اسے جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑا، اللہ اس سے دور ہو گا۔"[26] ایک بار حضرت میمونہ بنت حارثؓ نے ایک لونڈی آزاد کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے اس لونڈی کو آزاد

کرنے کہ بجائے اپنی بہن کو دیدیتیں اور تمہاری بہن اس سے فائدہ اٹھاتیں تو تمہارا اجر بڑھ جاتا۔[27] اسی طرح آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو قربانی کا گوشت بھجواتے۔[28] آنحضور ﷺ کی اخلاقی تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ "بنی زہرہ کے چند لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ بہت اچھی طرح پیش آتی تھیں کیونکہ ان لوگوں کی آنحضور ﷺ سے قرابت تھی۔"[29]

کہا جاتا ہے کہ عورت اور قناعت ایک جگہ اکٹھے نہیں ہوسکتے لیکن آنحضور ﷺ کے اہل خانہ میں زہد وقناعت کے اوصاف بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ کی اکثر ازواج بڑے گھرانوں سے تھیں نہایت نازونعم میں پلی بڑھیں تھیں لیکن یہ آپ ﷺ کی محبت اور تربیت کا اعجاز تھا کہ دنیاوی مال ومطاع کی حرص سے بے نیاز تھیں آنحضور ﷺ خود بہت فیاض تھے تو ازواج مطہرات بھی آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جو بھی ان کے پاس ہوتا جمع کرنے کی بجائے راہ خدا میں خرچ کر دیا کرتیں اور خود گھر کے حالات یہ تھے کہ کئی کئی روز آپ ﷺ کے گھر کا چولہا نہ جلتا تھا، آپ ﷺ کے اہل خانہ کی خوراک پانی اور کھجوروں پر ہی مشتمل رہتی۔ آپ ﷺ کے گھر والے مسلسل کئی کئی راتیں فاقہ کشی میں گزار دیتے کیونکہ گھر میں شام کو کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ ازواج مطہرات کے حجرے دس دس بارہ بارہ فٹ کے تھے جن میں سے بعض کی دیواریں کچی تھیں اور بعض کے لیے اوپر ٹہنیاں ڈال کر لپائی کر دی گئی تھی اور کھجور کی شاخوں کی چھتیں تھیں۔ اونچائی اتنی کہ کھڑے ہو کر ہاتھ بآسانی چھت تک جا پہنچتا۔[30] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں چالیس چالیس راتیں گزر جاتیں اور گھر میں چراغ نہ جلتا تھا، کبھی تین دن لگاتار ایسے نہیں گزرے کہ خاندان نبوت نے سیر ہو کر کھایا ہو۔[31] مزید فرماتی ہیں کہ "پورا مہینہ گزر جاتا تھا ہم چولہے میں آگ نہیں جلاتے تھے صرف کھجور اور پانی پر ہماری گزر اوقات ہوتی تھی۔"[32]

ازواج مطہرات کا کردار

ازواج مطہرات ان حالات میں بھی نہایت صبر وشکر کے ساتھ گزارہ کرتیں اور آپ ﷺ کی رفاقت کو دنیا ومافیہا سے بہتر خیال کرتیں، جیسا کہ ایک بار ازواج مطہرات نے بشری تقاضوں کے پیش نظر نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے انہیں دنیا یا آخرت میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی پیشکش کی اور تمام ازواج مطہرات نے آخرت کو ہی پسند کیا۔[33] لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ موجودہ خواتین کی طرح امہات المومنین میں مال ومطاع کی حرص نہ تھی اور وہ مال کو جمع کرنے یا رکھنے کی قائل بھی نہیں تھیں۔ فیاضی اور سخاوت کی صفت ان میں عروج پر تھی۔ ان کے یہاں کہیں سے کوئی ہدیہ یا تحفہ آتا تو وہ اسے اسی وقت ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔

موطا امام مالکؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ ایک دن روزے سے تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا، اتنے میں ایک سائلہ نے آواز دی، انہوں نے باندی کو حکم فرمایا کہ روٹی سائلہ کو دے دے، باندی نے کہا: شام کو افطار کس چیز سے کریں گی؟ ام المومنین نے فرمایا: تم یہ اسے دے دو، شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت ہدیہ بھیج دیا- باندی سے فرمایا: دیکھو! اللہ نے روٹی سے بہتر چیز بھیج دی ہے۔[34] ایک بار حضرت عائشہؓ کو ان کے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اس قدر فیاضی وسخاوت پر ٹوکا تو وہ ان سے سخت خفا ہوئیں اور ان سے بات نہ کرنے کی قسم کھالی۔[35] حضرت زینب بنت خزیمہ اپنی سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں۔ صحیحین میں ہے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اطلاع دی کے تم میں سے سب پہلے مجھ سے آکر وہ ملے گی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا اور ایسا ہی ہوا سب سے پہلے ام المومنین سیدہ

زینب بنت جحشؓ کا انتقال ہوا جو سب سے زیادہ سخی تھیں۔ عربی محاورے میں سخی کو لمبے ہاتھ والا کہتے ہیں۔ مسلم شریف میں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ہم میں سب سے زیادہ دراز ہاتھ والی (یعنی صدقہ خیرات کرنے والی) حضرت زینب تھیں۔ وہ سوت کاتا کرتی تھیں اور دیگر محنت مشقت دباغت وغیرہ کرکے پیسہ حاصل کرتیں اور فی سبیل اللہ صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ناپ کے لحاظ سے حضرت سودہ کے ہاتھ دراز تھے 'ازواج النبی ﷺ نے شروع میں یہی سمجھا کہ دراز ہاتھ والی بیوی کا انتقال پہلے ہونا چاہیے۔ مگر جب حضرت زینب کا انتقال ہوا تو ظاہر ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ کی مراد ہاتھوں کا دراز ہونا نہ تھا بلکہ صدقہ و خیرات کرنے والے ہاتھ مراد تھے اور یہ سبقت حضرت زینب کو حاصل تھی' پہلے انہی کا انتقال ہوا۔[36] یہ آپ ﷺ کی تربیت کا ہی اعجاز تھا کہ تمام ازواج مطہرات کے دس دس ہزار درہم سالانہ مقرر تھے،[37] لیکن ازواج مطہرات اسے فی الفور صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارہ ہزار دینار مقرر تھے لیکن حضرت عائشہؓ اس کے باوجود قناعت اختیار کرتیں اور ہمیشہ موٹے اور کم قیمتی کپڑے پہنتی تھیں اور تمام رقم راہ خدا میں خرچ کر دیتیں۔[38] آپ ﷺ اکثر ازواج مطہرات کو ایثار کی تلقین فرمایا کرتے تھے جیسا کہ ایک دفعہ کسی سائل نے سوال کیا۔ حضرت عائشہؓ نے اشارہ کیا تو لونڈی ذرا سی چیز لیکر دینے چلی۔ آپ نے فرمایا "عائشہؓ گن گن کر نہ دیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی گن گن کر دیگا"۔[39] دوسرے موقع پر فرمایا" آنحضور ﷺ حضرت عائشہؓ سے فرمایا کرتے تھے اے عائشہ کسی مسکین کو اپنے دروازے سے خالی ہاتھ نہ جانے دو، کچھ نہ ہو تو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی سہی ضرور دے دو۔[40]

آپ ﷺ کی اخلاقی تربیت ہی کا ثمرہ تھا کہ آپ ﷺ کے اہل خانہ میں ایثار پسندی کی صفت اس قدر موجود تھی کہ امہات المومنین دوسروں کو خود پر ترجیح بھی دیا کرتی تھیں، "ایک بار ایک صحابی کا ولیمہ تھا، حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ حالانکہ خود حضور ﷺ کے ہاں رات کھانے کچھ باقی نہ رہا۔"[41] اور اس ایثار کی حد تو یہ تھی کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دی تھی۔ اس پر وہ اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہوں نے ان کی تعریف میں فرمایا: "مجھے سب سے زیادہ یہی بات پسند آئی اور میری خواہش ہوئی کہ میں بھی سودہ بنت زمعہ جیسی بن جاؤں۔"[42] عورت کا سوتن کو اپنی ذات پر ترجیح دینا واقعی تعجب خیز عمل ہے اور اس کی مثال شاذونادر ہی نظر آئے گی۔

۵۔ تربیت اولاد کا نبوی منہج

خاندان زوجین کے باہمی عائلی معاہدہ سے وجود میں آتا ہے۔ اور پھر اولاد اس رشتے کو مزید مضبوط کر دیتی ہے۔ والدین پر اولاد کی پرورش کے ساتھ ان کی تربیت کی ذمہ داری بھی ہوتی ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "کسی والد نے اپنی اولاد کو بہترین اخلاق سے اچھا تحفہ نہیں دیا"۔[43] مولانا محمد شفیع لکھتے ہیں "اولاد کو صحیح تعلیم وتربیت نہ دینا، جس کے نتیجے میں وہ خدا رسول ﷺ اور آخرت کی فکر سے غافل رہے، بد اخلاقیوں اور برائیوں میں گرفتار ہو قتل اولاد سے کم نہیں"۔[44] تربیت اولاد کا بہترین اسوہ آپ ﷺ کی ذات سے ملتا ہے۔ تربیت اولاد کے لیے بھی پہلا اُصول محبت ہے۔ ان سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کیا جائے۔ آپ ﷺ کی اپنی اولاد سے محبت مثالی ہے عرب جو کہ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اس معاشرے کو آپ ﷺ نے بیٹی کے ساتھ نہایت لطف و محبت سے پیش آنا سکھایا آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے فاطمہؓ میرا جگر گوشہ ہے۔[45] جب حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ سے ملنے آتیں آنحضور ﷺ اٹھ کر ان کا استقبال کرتے، ان کو بوسہ دیتے، انہیں خوش آمدید کہتے

ان کے ہاتھ کو تھامتے اور اپنی جگہ بٹھاتے ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے۔ اور جب آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی اٹھ کر آگے بڑھتیں استقبال کرتیں، آپ ﷺ کے ہاتھ کو پکڑتیں بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔[46] نواسے نواسیوں سے بھی آپ ﷺ بے پناہ محبت کیا کرتے تھے ان سے ملنے گھر چلے جایا کرتے تھے اور پکارتے "أثم لكع؟ أثم لكع؟"[47] اقرع بن حابس تمیمی کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ ﷺ کو نواسوں سے پیار کرتے دیکھا تو کہنے لگا میرے تو دس بچے ہیں لیکن میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "من لا يرحم لا يرحم"[48] حضرت حسنؓ اور حسین سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: "هما ريحانتاى من الدنيا"۔[49] اور فرماتے "اللهم انی أحبه، فأحبه وأحب من يحبه"۔[50]

محبت والدین اور اولاد میں ایک اٹوٹ تعلق قائم کر دیتی ہے اس تعلق کے بنا تربیت اولاد ناممکن ہے، ڈانٹ ڈپٹ اور سختی بچوں میں باغیانہ سوچ کو جنم دیتی ہے اور اولاد کو ماں باپ سے متنفر کرتی ہے عصر حاضر کے خاندانی مسائل میں سے ایک مسئلہ Generation Gap ہے۔ اس کی وجہ اولاد اور والدین کے درمیان محبت کی کمی باہم گفت وشنید کا نہ ہونا ہے۔ اس مسئلے کا بہترین حل یہی ہے کہ اسوہ نبوی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے اولاد کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کیا جائے۔ تربیت اولاد کا دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ اولاد جو کہ انسان کا سرمایہ حیات ہے اس کو وقت دیا جائے، اسے اپنے ساتھ رکھا جائے اور اپنے عمل سے اسے آداب و اخلاق سکھائے جائیں۔ آپ ﷺ اپنے نواسا نواسی کو اپنے ساتھ رکھتے۔ ان کے ساتھ وقت گزارتے یہاں تک کہ نماز میں بھی انہیں اپنے ساتھ رکھتے۔ جیسا کہ ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ: رايت النبي يوم الناس وامامة بنت ابى العاص وهى ابنة زينب بنت النبى ﷺ على عائقه فاذا ركع وضعها، واذا رفع من السجود اعادها۔[51] "میں نے نبی کریم ﷺ کو امامت کرواتے ہوئے دیکھا اور ابو العاص کی بیٹی امامہ جو نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب کی بیٹی بھی تھیں، آپ ﷺ کے شانہ اقدس پر تھیں۔ آنحضرت جب رکوع کرتے تو انہیں نیچے اتار کر رکھ دیتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو انھیں دوبارہ کندھے پر رکھ لیتے"۔ اسی طرح سے حضرت حسن اور حسین کو بھی آپ اکثر اپنے ساتھ رکھتے اور اسی طرح نماز کے دوران بھی وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو وہ کود کر آپ ﷺ کی گردن اور پشت پر چڑھ جاتے تو نبی کریم آرام سے سر اٹھا کر انہیں بٹھا دیتے۔ ایک بار آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، حضرت حسن اور حسین سرخ قمیض پہنے لڑکھڑاتے ہوئے آئے رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے آئے ان دونوں کو اٹھایا اور اپنے آگے بٹھا لیا۔[52] آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: "جب بچہ سات سال کا ہو جائے اسے نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے اسے سرزنش کرو"۔[53] بچوں کو نماز کی طرف راغب کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے کہ اسے نماز کے دوران ساتھ رکھا جائے، کیونکہ بچہ نقل کے ذریعے جلد سیکھتا ہے اور ہر وہ کام کرنا پسند کرتا ہے جو اس کے بڑے کرتے ہوں اس لیے تربیت اولاد کا ایک بہترین طریقہ یہ بھی ہے مختلف مواقع پر بچے کو اپنے ساتھ رکھا جائے تاکہ بہتر زندگی کے لیے بہترین تربیت کی جاسکے۔

آپ ﷺ اکثر اپنے نواسوں کو بھی مختلف دعائیں یاد کروایا کرتے تھے۔ انہیں نماز سکھاتے اور عمدہ اخلاق کی تربیت دیتے۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تربیت کا یہ سلسلہ اولاد کے جوان ہو جانے یا شادی کے بعد بھی ختم نہیں ہوتا، جیسا کہ آپ ﷺ اکثر حضرت فاطمہؓ کی شادی کے بعد بھی ان کی تربیت و اصلاح کے لیے فکر مند رہتے تھے۔ آپ ﷺ

ایک رات حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا کیا تم نماز تہجد نہیں پڑھتے پھر آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور رات کا کافی وقت نماز پڑھتے رہے اس دوران آپ ﷺ نے کوئی حس و حرکت محسوس نہ فرمائی تو دوبارہ ان کی طرف تشریف لائے اور بیدار کرنے کی خاطر فرمایا اٹھو نماز پڑھو۔[54] آنحضور ﷺ کا اپنے گھر سے چل کر حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جانا اور اس نماز کی ترغیب دینا جو فرض بھی نہیں اور پھر دوبار جانا، تربیت اولاد کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ جبکہ آج کل کچھ والدین بچوں کو فجر کی نماز کے لیے بھی نہیں اٹھاتے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی اولاد کو مصائب و آلام پر صبر و شکر کی تعلیم بھی نہایت احسن انداز میں فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی غزوہ میں کچھ کنیزیں آئیں رسول اللہ ﷺ انہیں تقسیم فرما رہے تھے۔ حضرت فاطمہ کو بھی ایک خادمہ کی ضرورت تھی کیونکہ آپؓ گھر کے تمام کام خود سرانجام دیتی یہاں تک کہ چکی بھی خود پیستیں، جس کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے۔ اور خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں جس کی وجہ سے سینہ پر مشک کی رسی کے نشان پڑ گئے تھے گھریلو ذمہ داریوں میں مدد کے لیے آپ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن حیا اور خودداری کے باعث کچھ کہہ نہ پائیں، حضرت علیؓ نے ترجمانی کی۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا" ماعندی اعطیک "۔ آپ واپس چلی گئیں، اور پھر اس کے بعد آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تمہیں وہ چیز زیادہ پسند ہے جو تم نے طلب کی ہے یا اس سے بہتر چیز، حضرت علی پاس تھے ان سے کہنے لگے کہیے وہ چیز جو اس سے بہتر ہے، حضرت فاطمہؓ نے ایسا ہی کہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہو:"اللهم رب السموات السبع ورب العرش العظيم ربنا ورب كل شئ منزل التوراة والانجيل والقرآن العظيم انت الاول فليس قبلك شئ وانت الاخر فليس بعدك شئ وانت الظاهر فليس فوقك شئ وانت الباطن فليس دونك شئ اقض عنا الدين واغننا من الفقر "۔[55] آپ ﷺ نے انہیں نماز کے بعد اور بستر پر آنے کے بعد پڑھنے والے کلمات سکھائے، اس واقعے سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیاوی آسائشوں کی بجائے اولاد کو اخلاق سکھانا زیادہ اہم ہے۔ دوسری بات کے تربیت کی یہ ذمہ داری اولاد کی شادی ہو جانے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتی، پھر آپ ﷺ کا استفہامیہ انداز کہ آیا تمہیں وہ چیز پسند ہے جو تم نے طلب کی ہے یا وہ جو اس سے بہتر ہے۔ اب یہاں آپ ﷺ اپنی اولاد کو ترجیحات کا تعین کرنا سکھا رہے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ دنیاوی عیش و آرام سے بے رغبتی اور اخروی فلاح کی طلب کی طرف راغب کر رہے ہیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ امام بخاری ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ کیسے آپ ﷺ نے اپنی اولاد کو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا سکھائی۔ أتى النبى بيت فاطمه فلم يدخل عليها وجاء على فذكرت له ذالك فذكره للنبى ﷺ۔"نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر پہنچے لیکن ان کے ہاں تشریف نہ لے گئے، حضرت فاطمہؓ نے اس بات کا ذکر حضرت علیؓ سے کیا۔ آپ آنحضور ﷺ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے اس بات کا ذکر فرمایا، آپ ﷺ نے جواب دیا"انى رايت على بابها سترا مو شيا"۔ بلاشبہ میں نے اس کے دروازے پر رنگ برنگا پردہ دیکھا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا"ما لى وللدنيا؟" حضرت فاطمہؓ کو جب یہ بات پتہ چلی تو فرمایا"ل يا مرنى فيه بما شاء"۔ آپ ﷺ نے فرمایا"ترسلى به الى فلان ، أهل بيت ، فيهم حاجة "۔[56] فلاں کو بھیج دو وہ محتاج گھرانہ ہے۔ اسی طرح ایک بار حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں سونے کی زنجیر دیکھی جو حضرت علیؓ نے انہیں بطور تحفہ دی تھی آپ ﷺ نے اسے ناپسند کرتے ہوئے فرمایا:"يا فاطمة ! بالعدل أن

يقول الناس : فاطمة بنت محمد ﷺ وفى يدك سلسلة من نار؟" حضرت فاطمہؓ نے اسے فوراً بیچ دیا اور اس رقم سے ایک غلام خرید کر آزاد کیا جب آپ ﷺ کو اس بات کا پتہ چلا تو اللہ اکبر کہا اور فرمایا: الحمد لله الذى نجى فاطمة منالنار۔[57] یہاں بھی آپ ﷺ کا انداز تربیت دیکھیں کہ براہ راست منع نہیں کیا نہ حکم دیا کہ اسے اتار دو بلکہ استفہامیہ انداز اپناتے ہوئے انہیں سے پوچھا کہ کیا تم پسند کرو گی کہ لوگ کہیں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اس کے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہے۔

خلاصۂ بحث

عصر حاضر تیز ترین ترقی کا دور ہے۔ مادیت پرستی عام ہوتی جارہی ہے۔ والدین بچے دنیاوی تعلیم کے لیے جتنے کوشاں رہتے ہیں اتنے تربیت اخلاق کے لیے نہیں ہوتے کیونکہ تعلیم کا مقصد بھی معاشی فوائد کا حصول بن چکا ہے۔ دوسرا زندگی میں آنے والی نت نئی ایجادات نے انسان کو انسان سے دور کر دیا ہے، افراد خانہ کی ملاقات عام طور پر کھانے کی میز پر ہی ہوتی ہے۔ ہر فرد مصروفیت کا شکار ہے۔ نتیجتاً بچہ والدین کی نگرانی سے دور اور میڈیا کے ہاتھوں پرورش پا رہا ہے۔ آج کے بچے کی تربیت میڈیا کر رہا ہے۔ اسی لیے خاندانی اور اخلاقی اقدار کمزور ہوتی جارہی ہیں۔ زندگی کا حسن اس کے توازن میں پوشیدہ ہے۔ اور اگر یہ توازن بگڑ جائے تو سب کچھ بکھر جاتا ہے۔ لہٰذا والدین کو اپنے اپنے دائرہ عمل میں رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا چاہیے، اس کے لیے چند تجاویز ہیں۔

۱۔ والدین خود کو اخلاق حسنہ کا خوگر بنائیں۔

۲۔ والدین کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو۔

۳۔ اگر والدین میں تنازعات ہوں بھی تو ان کو پس پشت ڈال کر بچوں کی بہترین پرورش کی خاطر گھر کے ماحول کو محبت، الفت ،شفقت، عزت، احترام دوستی اور تعاون سے بھرپور بنائیں۔

۴۔ بچوں کو نیکی کی ترغیب دیں۔

۵۔ بچوں کو وقت دیں، ان کے معاملات میں دلچسپی کا اظہار کریں۔

۶۔ بچوں کے ساتھ ایسا رویہ اپنائیں کہ وہ والدین کو اپنا دوست مانیں اور سب سے زیادہ انہیں پر اعتماد کریں اپنی ہر بات ان کو بتائیں۔

۷۔ ان کے دوستوں پر نظر رکھیں۔

۹۔ بچوں میں مطالعہ کا شوق پیدا کیا جائے اور اخلاقی اقدار پر مبنی سبق آموز کہانیاں اور مضامین پڑھائے جائیں۔

۱۰۔ میڈیا بھی خاندانی نظام میں تربیت کے حوالے سے بہت مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ اگر ٹی۔وی چینلز پر بامقصد پروگرام دکھائے جائیں۔ اگر میڈیا اپنا درست کردار ادا کرے تو خاندان بہترین قوم کی تعمیر کر سکتا ہے، اس لیے میڈیا کو مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔

حوالاجات

[1] آکسفورڈ ڈکشنری، 510

[2] خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، المکتبۃ العلمیہ لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۸۳

[3] الموسوعۃ الفقہیہ، وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت، ج ۴، ص ۲۲۳

[4] زبیدی، محمد بن عبد الرزاق (م ۱۲۰۵ھ)، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الہدایہ، ۱۴۲۳ھ، ج ۱۰، ص ۵۱

[5] ابن منظور افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم (م ۷۱۱ھ)، لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ، ایران، ۱۱: ۴۸۸

[6] ایضاً: ۴۸۶

[7] راغب اصفہانی، ابو القاسم الحسین بن محمد (م ۵۰۲ھ)، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، الدار الشامیہ، دمشق بیروت، ۱۴۱۲ھ، ج ۱، ص ۲۹۷

[8] زبیدی، محمد بن عبد الرزاق (م ۱۲۰۵ھ)، تاج العروس من جواہر القاموس، ج ۲۵، ص ۲۵۴

[9] جرجانی، علی بن محمد علی (م ۸۱۶ھ)، التعریفات، دار لکتاب العربی، بیروت لبنان، ۲۰۰۲ء، ج ۱، ص ۱۰۱

[10] زبیدی، محمد بن عبد الرزاق (م ۱۲۰۵ھ)، تاج العروس من جواہر القاموس، ج ۲۵، ص ۲۵۷

[11] ازدی، محمد بن الحسن بن درید، (م ۳۲۱ھ)، جمہرۃ اللغۃ، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۶۱۸

[12] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الجمعہ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، رقم الحدیث: ۸۹۳

[13] حنبل، احمد بن محمد، (م ۲۴۱ھ)، المسند، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۲۲ھ، رقم الحدیث: ۲۵۸۱۳

[14] حنبل، احمد بن محمد، (م ۲۴۱ھ)، المسند، رقم الحدیث: ۲۵۲۲۱

[15] القلم، ۶۸: ۴

[16] حنبل، احمد بن محمد، (م ۲۴۱ھ)، المسند، رقم الحدیث: ۲۴۶۷۷

[17] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (۲۷۹ھ)، سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی، رقم الحدیث: ۳۸۹۵

[18] دہلوی، شیخ عبد الحق بن سیف الدین (۱۶۴۲ء)، مدارج النبوۃ، مترجم: مفتی غلام معین الدین نعیمی، شبیر برادرز، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۴ء، ج ۲، ص ۴۶

[19] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الادب، رقم الحدیث: ۶۰۵۴

[20] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الادب، رقم الحدیث: ۶۰۳۲

[21] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الادب، رقم الحدیث: ۶۰۲۴

[22] الاحزاب، ۳۳: ۳۲

[23] حنبل، احمد بن محمد، (م ۲۴۱ھ)، المسند، رقم الحدیث: ۲۶۲۱۰

[24] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث (م ۲۷۵ھ)، سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، رقم الحدیث: ۴۸۷۵

[25] دہلوی، شیخ عبد الحق بن سیف الدین (۱۶۴۲ء)، مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۵۵۹

[26] القشیری، مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطعیتھا، رقم الحدیث: ۲۵۵۵

[27] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، رقم الحدیث: ۲۵۹۲

[28] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب المناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ خدیجہؓ وفضلھا، رقم الحدیث:۳۸۱۶

[29] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب المناقب الانصار، باب مناقب قریش، رقم الحدیث:۳۵۰۳

[30] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الادب المفرد، باب التطاول فی البنیان، رقم الحدیث:۴۵۱

[31] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، رقم الحدیث:۶۴۵۵

[32] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، رقم الحدیث:۶۴۵۸

[33] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب المظالم والخصم، باب الغرفۃ، والعلیۃ المشرقۃ، رقم الحدیث ۲۴۶۸

[34] امام مالک، مالک بن انس بن مالک (م ۱۷۹ھ) المؤطا، کتاب الصدقہ، رقم الحدیث:۳۶۵۵

[35] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، کتاب المناقب، باب المناقب قریش، رقم الحدیث:۳۵۰۵

[36] القشیری، مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل زینب ام المومنینؓ، رقم الحدیث:۲۴۵۲

[37] ابن سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ)، طبقات ابن سعد، نفیس اکیڈمی اردو بازار لاہور، ج۳، ص ۱۰۱

[38] الحاکم، ابوعبداللہ الحاکم محمد بن عبداللہ نیشاپوری (م ۴۰۵ھ)۔ المستدرک علی الصحیحین، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۰ء، ۴:۷۔۸

[39] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث (م ۲۷۵ھ)، سنن ابوداؤد، کتاب الزکاۃ، باب الشح، رقم الحدیث:۱۷۰۰

[40] حنبل، احمد بن محمد، (م ۲۴۱ھ)، المسند، ج ۲، ص ۷۹

[41] حنبل، احمد بن محمد، (م ۲۴۱ھ)، المسند، ج ۳، ص ۱۲۳

[42] القشیری، مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ)، کتاب الرضاع، باب جواز ہبتھا نوبتھا لضرتھا، رقم الحدیث:۱۴۶۳

[43] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (۲۷۹ھ)، سنن ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی ادب الولد، رقم الحدیث:۱۹۵۲

[44] مفتی محمد شفیع (م ۱۹۷۶ء)، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، ۲۰۰۸ء، ج ۳، ص ۴۸۴

[45] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب ذَبِّ الرَّجُلِ عَنِ ابْنَتِهِ فِي الْغَيْرَةِ وَالإِنْصَافِ، رقم الحدیث:۵۲۳۰

[46] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث (م ۲۷۵ھ)، سنن ابوداؤد، ابواب السلام باب ماجاء فی القیام، رقم الحدیث :۵۲۱۷

[47] القشیری، مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل حسن وحسینؓ، رقم الحدیث:۲۴۲۱

[48] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (۲۷۹ھ)، سنن ترمذی، ابواب البر والصلۃ ، باب ماجاء فی رحمۃ الولد، رقم الحدیث:۱۹۱۱

[49] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقہ، رقم الحدیث:۵۹۹۴

[50] القشیری، مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل حسن وحسینؓ، رقم الحدیث:۲۴۲۱

[51] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلاۃ، رقم الحدیث:۵۱۶

[52] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث (م ۲۷۵ھ)، سنن ابوداؤد، کتاب تفریع ابواب الجمعۃ، باب الامام تقطع الخطبہ للامر، رقم الحدیث:۱۱۰۹

[53] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (۲۷۹ھ)، سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء متی یؤمر الصبی بالصلاۃ، رقم الحدیث:۴۰۷

[54] النسائی، احمد بن شعیب (۳۰۳ھ)، سنن النسائی، کتاب قیام اللیل، باب الترغیب فی قیام اللیل، رقم الحدیث :۱۶۱۲

[55] القشیری، مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الذکر والدعا والتابۃ والاستغفار، باب مایقوم عند النوم اخذ المضجع، رقم الحدیث: ۲۷۱۳

[56] بخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الھبۃ، باب ھدیۃ مایکرہ لبسھا، رقم الحدیث: ۲۶۱۳

[57] النسائی، احمد بن شعیب (۳۰۳ھ)، سنن النسائی، کتاب الزینۃ، الکراہیۃ للنساء فی اظہار الحلی والذھب وتطوع النھار، رقم الحدیث: ۵۱۴۰